

اور اس سے پہلے کہ یہ اپنی عادت کمال کو پہنچ جہاں انسانیت کامل کا ظہور ہوا اسے ابھی بہت سی منزوں سے گزرا ہے۔

یہ کائنات ابھی نامہ میں ہے شاید  
کہ آرہی ہے دمادِ صداسے کن فیکون

ان تغیرات کی وجہ یہ ہے کہ کائنات بہتر سے بہتر حالتوں کو اختیار کرنا چاہتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات خود شہیدِ آرزو ہے اور ہر آن ایک زیادہ خوبصورت اور پھر اس سے بھی زیادہ خوبصورت پیکر کی ملت اسے دامن گیر رہتی ہے۔ اس کی جستجو اس وقت ختم ہو گئی جب نوع انسانی اپنی حالت کمال کو پہنچے گی۔

نظرتِ سبقتی شہیدِ آرزو رہتی نہ ہو  
خوب تر پیکر کی اس کو جستجو رہتی نہ ہو

رہتی نہ ہو کا مطلب یہ نہیں کہ کتنے والے کوٹک ہے کہ شاید فطرت سبقتی شہیدِ آرزو نہ  
بھی رہتی ہو بلکہ مخاطب پر اس سوال کا جواب چھوڑنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک بیان اور موڑ طرز بیان  
سے بتایا جائے کہ وہ حقیقت شہیدِ آرزو رہتی ہے یعنی مخاطب خود بھی غور کر کے دیکھ لے کیا  
کائنات کے مختلف صفات طور پر نہیں بتا رہے کہ کائنات کے اندر بھی ایک آرزو ہے جس میں موجود  
ہے جس کی وجہ سے وہ ایک ایسے پیکر سے آرائتے ہوں جا چاہتی ہے جو نہ بتائے جس کمال ہو  
اور یہ پیکر جس اسے اس وقت فریض ہو گا جب ایک طرف سے انسانیت کامل فدا کو پا رہے  
گی اور دوسری طرف سے فدا انسانیت کامل کو پانے کا!

## تلخیق کی حقیقت

خدا کی تخلیق الگ کسی کھوئے ہوئے محبوب کی جستجو کی صورت اختیار کر رہی ہے اور تخلیق  
کے دوران خدا کی صفاتِ حسن و کمال اپنا اظہار پا رہی ہیں تو اس میں تعجب کی بات کون سی ہے  
تخلیق کا مطلب ہی یہ ہے کسی محبوب کی جستجو کرنا جس سے محبوب کے سامنے اپنی صفات  
اوہ ممکنات کا اظہار ہو۔

آفتہ میں جستجو سے دل برے  
و انودن خوش رابر دیگرے  
وجود یا خود یا یازندگی کی فطرت کا تلقانہ ہے کہ وہ تخلیق میں اپنے آپ کا یعنی اپنی صفات  
کا اظہار کرتی ہے۔ اگر وہ ایسا ذکر کرے تو وہ خود یا یازندگی یا وجود ہی نہ ہو۔ خود کے لیے تخلیق یا  
جستجو سے محبوب ضروری ہے۔

گفت موجود آنکھے خواہ نمود  
آشکارائی تلاض سائے وجود  
کائنات کا ہر ذرہ اس بات کا گواہ ہے کہ تخلیق میں اپنے آپ کا اظہار کرنا خود کی  
فطرت ہے کیونکہ خود یا کا ذریعہ یا خود کی قوت تخلیق کائنات کے ہر ذرہ میں پوشیدہ ہے۔  
و انودن خوش راخونے خودیست  
خختہ در بر ذرہ نیرو نے خودیست  
آن انعقاد جو ہر سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ کائنات کے ہر ذرہ میں کتنی قوت چھپی ہوئی  
عمل ارتقاء تخلیق کے کتنی اور لوازماں میں سے ایک ہے

اگر پوچھا جائے کہ کائنات خدا کے قول کن سے فی الغور کیوں پیدا ہو گئی اور کیوں اس  
کی بجائے ایک طویل ارتقاء عمل سے وجود میں آ رہی ہے تو اقبال اس سوال کا جواب یہ دیتا ہے  
کہ یہ خود کی فطرت کا ایک تلاض ہے کہ اس کی تخلیق ہمیشہ ایک ایسے ارتقاء عمل کی صورت اختیار  
کرتی ہے جس پر ایک مدت صرف آتی ہو۔

چو فطرت مے تاشد پیکرے را  
تمامش مے کنسہ در روز گارے

در اصل تدریجی تکمیل یا تدریجی ارتقاء ہی نہیں بلکہ عمل تخلیق کے اور بہت سے لوازماں ہیں  
جو خود کی فطرت سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً تخلیق کا پہلے ایک ذہنی یا شعوری حالت میں موجود ہوتا  
اور بعد میں ایک عزم سے ماواگن، سے شروع ہونا، کسی محبوب یا مقصود کی محبت اور بسی جو کی شکل

افتیار کرنا، مقصود یا محبوب کے غلط اور ناقص متبادلات یا اقبال کے الفاظ میں پکیر اغیار کا ظہور اور ان کا ترک یا استیصال؛ وحدت خالق سے کثرت کا ظہور، زمان و مکان کا ظہور، عناصر تخلیق کے اندر جذب کیا شش کا ظہور، خوب و ناخوب، نیک و بد اور حق و باطل کے امتیاز کا ظہور، خودی کی صفات جلال و جمال کی آشکارانی وغیرہ تخلیق خدا کا ہو یا انسان کی اس کے لوازماں میں کوئی فرق نہیں۔ یہی سبب ہے کہ اقبال ہمیں بتاتا ہے کہ جو شخص افرینش کائنات کے اسرار و روز معلوم کرنا چاہے اسے اپنے آپ پر نگاہ ڈالنی چاہتی ہے۔ خدا واحد ہے اور جنہی ہے لیکن اپنی تخلیق کی وجہ سے کثیر بھی ہے اور آشکار بھی ہے۔ ضروری ہے کہ کثرت اور آشکارانی کی طرح خدا اور انسان کی تخلیق کے اولوازماں بھی مشترک ہوں اور انسان کی تخلیق خدا کی تخلیق کی طرف راہ نمایی کرتی ہو۔

اسرار ازل جوئی برخود نظرےے واکن  
یکتائی دلبیاری پنهانی و پیدائی

اس مضمون کو سمجھانے کے لیے اقبال نے تصویر اور مصور کا ایک مکالمہ کھا ہے تصور اپنے مصور کو دیکھنا چاہتی ہے تو مصور کو گفتگو کے بعد اسے کہتا ہے:

مرے دیدار کی ہے اک یہی شرط  
کہ تو پہنام نہ ہو اپنی نظر سے

ظاہر ہے کہ یہاں مصور خدا سے اور تصویر انسان سے استعارہ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے وَصَوَّرَ كُمْ فَأَحْسَنَ صَوْرَ كُمْ (اس نے تمہاری تصویریں بنائیں اور تمہاری تصویریں عملہ بنائیں) اقبال کا یہ نظر یہ کہ اگر انسان اپنے آپ پر نگاہ ڈالے تو وہ خدا اور کائنات کے اسرار و روزگار کو سمجھ سکتا ہے، در جمل قرآن حکیم ہی سے مانوذ ہے جس کا ارشاد ہے:

وَفِي أَفْئِيْكُمْ أَفَلَا تَبْصِرُونَ

(اور خدا کی ہستی اور صفات کے نشانات تمہاری اپنی جانوں میں موجود ہیں کیا تم نہیں دیکھتے) اسی لیے کہا گیا ہے "من عرف نفسه عرف ربہ" (جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے اپنے رَبَّ کو پہچانا)

(جاہاری ہے)

مولف: داکٹر محمد شفیع پورہ میری  
مترجم: داکٹر خالد حیدر ضیغمی

# ڈسپرشن کالج بذریعہ نماز تہجد و سحر خیزی

مشابہے اور تجربات سے یہ بات نہہ من اشیاء ہو کر سامنے آئی ہے کہ پڑھنے والے اور زبان جملہ ملکیوں کے لئے "محرومی نیند" ایک موثر طریقہ علاج ہے۔ بطور خاص وقت طلب مریض جن کے جسموں میں اندر ورنی پیدا شدہ مسائل بھی تھے، رات کی آخری گھنطیوں میں "جز دی معزولی نیند" یا "خواب سے وقتی موتوفیت" سے بحمد اللہ متاثر ہوئے ہیں۔

نفیاٹی اور دماغی علاج کے ممتاز اور بزرگ ماہر نے محرومی استراحت کے ذریعہ مخالف اثرات اور اس کے ساتھ مربوط چیاتی حقائق کے متعلق تحریری ثبوت بھی فراہم کئے ہیں اس بات کا مشابہہ کیا گیا ہے کہ ماہ رمضان کے دوران مسلمانوں میں ڈسپرشن کی بیماری نسبتاً کم پائی جاتی ہے۔ اس کی دلیل ماہ رمضان کے دوران یہے ملکیوں کی تعداد میں نہیاں تخفیف ہے بلکہ اس مشابہے سے اس نظریے کو تقویت ملتی ہے کہ سحری کے لئے اٹھنے سے نیند میں جو عالمی تعلق پیدا ہوتا ہے وہ سحر خیزی کے ساتھ منک مخصوص مصروفیات مثلاً تہجد اور دوسرا یہ عبادات کے ساتھ مل کر ڈسپرشن میں کمی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اسی مشابہے کی بنیاد پر یہ نظریہ قائم کیا گیا ہے کہ سحر خیزی (مع تہجد اور دیگر عبادات و اذکار) ایسے امراض کے لئے ایک موثر طریقہ علاج ہے جو ڈسپرشن کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

منہج علاج [بسبی اللہ] کے شعبہ علاج نفیاٹی و دماغی امراض میں ایک مطالعاتی پروگرام وضع کیا گیا۔ یہ تجرباتی پروگرام تقریباً آٹھ نوماہ (جنوری ۱۹۸۵ تا نومبر ۱۹۸۵) میں انجام دیا گیا۔

ملکی حلی دو جماعتیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہلی کو "علاج بالتجوید جماعت" (مطالعاتی جماعت) قرار دیا گیا اور دوسرا کو "جز دی محرومی خواب جماعت" (رُنگران جماعت) کا نام دیا گیا۔